JOURNAL OF ISLAMIC THEOLOGY
Volume 3, Issue 1(Jan - June)
ISSN E: 2709-5398 ISSN P: 2709 – 538X

Issue Link: http://www.j-islamictheology.pk/index.php/jit/issue/view/9
Article URL http://www.jislamictheology.pk/index.php/jit/article/view/103
Article DOI: https://doi.org/10.51603/thejournalofislamictheology.v3i1.103

Title: Islamic Elements in the Poetry of Muḥammad Alī Johar

Author (s): Dr.Zeenat Bibi,
Waqar Ali

Received on: 03 Jan, 2020
Accepted on: 17 May, 2021
Published on: 30 July, 2021

Citation:

Dr.Zeenat Bibi and Waqar Ali
"Islamic Elements in the Poetry of Muḥammad Alī Johar"
JIT:03 No 1(2021)58 -65

Publisher: Al-Hassan Research Center Peshawar Private Limited

Click here for more

محمد علی جوہر کی شاعری میں اسلامی عناصر

Islamic Elements in the Poetry of Muḥammad Alī Johar

*ڈاکٹر زینت بی بی
**وقار علی

Abstract

Muhammad Ali Johar was born in 1878 in Rampur, India. He opened his eyes to Islamic civilization and culture where he spent his childhood under an Islamic way of life. He later benefited from Aligarh and Oxford. He was a fearless journalist, political activist, a brave general of the Nation of Islam as well as a poet with high taste. He has fully reflected his era in his poetry. Through his poetry, he invites the nation of Islam to the path of action. Maulana Muhammad Ali Jauhar was a great freedom fighter who gave his life for India's freedom, particularly for Indian Muslims. During his struggle, he was imprisoned for years, but he never gave up hope and wrote editorials for his newspaper criticizing the British government in occupied India. He also wrote poetry about Prophet Muhammad (S.A.W), expressing his admiration for him (S.A.W). The poetry, he wrote, is of great poetic sensibility and impression because it bears valuable devotional sentiments, despite its small quantity. The devotional and Islamic poetry of Maulana Muhammad Ali Jauhar is defined in this article.

Keywords: Civilization, Islamic culture, British rule, Islamic poetry, Freedom fighter, Prisoner.

*اسسٹنٹ پروفیسر، شہید بینظیر بھٹو یونیورسٹی پشاور
** پی ایچ ڈی، ریسرچ اسکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

ایک طرف تو انیسویں صدی میں بر صغیر میں مسلمانوں کے پستی کا دور رہا، تو دوسری طرف اسی صدی میں ایسی قد آور شخصیات پیدا ہوئیں جن کا نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ان میں شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی، سر سید احمد خان، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا شوکت علی، سید سلیمان ندوی، حکیم اجمل خان اور ابوالکلام آزاد وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر کی شخصیت اور مقام اس طور بھی منفرد ہے کہ وہ بیک وقت سچے اور پکے مسلمان، صحافی اور درد دل رکھنے والے شاعر تھے۔ اللہ تعالی نے ان کے دل میں اسلام کے لیے سچی لگن اور محبت کی تڑپ پیدا کر رکھی تھی۔ اسلام کے شیدائی ہونے کے ساتھ ساتھ وطن کی محبت سے بھی سرشار تھے۔

محمد علی جوہر میں بیک وقت کئی صفات موجود تھیں۔ انہوں نے نہ صرف صحافتی میدان میں مسلمانوں کی بھرپور رہنمائی و مدد کی اور اپنے زور قلم سے ان کے حقوق کے لیے وہ جدوجہد کی جو تلوار سے بھی ممکن نہ تھی۔ بذریعہ تقریر و تحریر ہر جگہ میدان مارنا ان کی خوبی تھی۔ صرف بر صغیر ہی نہیں بلکہ دنیا کے جس گوشے میں مسلمانوں کے حقوق پامال ہوئے اس کا درد محمد علی جوہر نے اپنے سینے میں محسوس کیا۔ نا صرف محسوس کیا بلکہ اپنے زور بازو سے عملی جدوجہد بھی کی۔ وہ اپنے ملت کی سیاسی اور فکری رہنمائی میں پوری زندگی میں مصروف عمل رہے۔

کسی بھی فنکار کے فن کے لیے اس کا ماحول بنیادی اثاثہ ہوتا ہے۔ محمد علی جوہر جس دور میں پیدا ہوئے ان کو شاعرانہ ماحول ملا۔ اس وقت مشاعرے گھر گھر کی زینت ہوتے تھے۔ شعراء کی عزت افزائی رائج تھی۔ اس دور کے اہم شعرا میں داغ، جلال، تسلیم اور اقبال وغیرہ شامل ہیں۔ انہیں اپنے بھائی ذوالفقار علی گوہر کے شاگرد ہونے کی وجہ سے داغ دہلوی سے صحبت رہی۔ جب وہ مشاعرے میں جاتے تو محمد علی جوہر کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ وہ محمد علی کی حاضر دماغی اور ذہانت سے کافی متاثر ہوتے اور اکثر ان سے اشعار سنانے کی فرمائش کرتے۔

"داغ نے پہلے دن پوچھا! کہو کچھ شعر بھی یاد ہیں؟ میری عمر بہت کم تھی، مگر بھائی نے کچھ شعر یاد کرائے تھے۔ جنہیں میں نہایت زور اور شان سے کڑک کر پڑھا کرتا تھا۔ میں نے داغ ہی کے چند شعراء نہیں سنا دیے۔ سُن کر پھڑک گئے اور اس کے بعد ہمیشہ اصرار رہا کہ بچے کو ضرور لایا کرو۔ جناب والا اس کے بعد اگر میں یہ دعوی کروں کے شعر و سخن کی گود میں پلا ہو تو بے جا نہ ہو گا۔"[1]

زمانہ طالب علمی میں جب وہ علی گڑھ میں رہے تب بھی ان کو شاعری سے خاصا شغف رہا۔ خود بھی شعر کہتے اور لوگوں سے داد وصول کرتے رہے۔ اگرچہ شاعری ان کا مقصد حیات نہیں تھا لیکن ان کی طبعیت اس طرف مائل رہی۔

"مولانا محمد علی جوہر کو بچپن ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا اور نو۔ دس برس کی عمر میں اپنا تخلص جوہر رکھ لیا تھا۔ رام پور میں داغ کی صحبت میں سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور علی گڑھ میں اچھے خاصے شاعر بن گئے۔" 2

ان کی شاعری میں جذبے کی شدت اور روانی دیکھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا محسوس کر کے لکھا۔ تڑپ اور درد ان کے کلام کا بنیادی جزو ہے۔ جوہر کی شاعری اور ابوالکلام کی نثر خصوصاً جو "غبار خاطر" میں موجود ہے دونوں کے ہاں جو چیز زیادہ غالب نظر آتی ہے وہ "تنہائی" ہے۔ جس کا دونوں نے قید کے دنوں میں سامنا کیا۔ 1922ء میں وہ بیجاپور جیل میں قید تنہائی میں تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کی شاعری کا منبع یہی تھا۔ قید کی خاموشی اور سنسان ماحول میں ان کی شاعری کا جوہر کھلا:

''دراصل قید کی تنہائیوں میں ہیں انہیں فکر سخن کا زیادہ موقع ملتا تھا اس خاموش فضا میں ان کی شاعری کا اصل جوہر کھلتا تھا اس عالم میں وہ جو شعر کہتے تھے دلدوز نائے سوز واثر میں ڈوبے ہوئے ترانے اور واردات قلب کی حقیقی ترجمان ہوتے تھے۔''[3]

؎ سرور و کیف لاتحزن بشر سے عیاں پایا
اسیر قید تنہائی کو مست و شادماں پایا [4]

اعلیٰ ادب کلاسک کا درجہ رکھتا ہے زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ادب میں ارفعیت تین عناصر سے ہے کہ متعلقہ موضوع جو اپنے معاشرے دور اور عہد کی نمائندگی کر رہا ہو، کیونکہ خیال کی دنیا کی عمر زیادہ نہیں رہتی اس کے مقابلے میں حقیقی دنیا پائیدار ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ متعلقہ ادیب یا شاعر کا ذوق اعلی وارفع ہو کیونکہ سطحی چیزیں وقتی ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ اسلوب بھی اہم ہے جو تحریر کے معیار کا تعین کرتی ہے۔ جوہر کی شاعری کی ارفعیت ان کے انہی خصوصیات کی مرہون منت ہے۔ اسلام اور دین کے لیے تڑپ کو ان کی شاعری میں واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بھائی مولانا شوکت علی دونوں میں مذہب سے گہری وابستگی پائی جاتی تھی۔ خاص طور پر مولانا محمد علی جوہر کی شاعری میں یہی اقدار اور خصوصیات پائے جاتے ہیں۔ ان کی فطری سنجیدگی زندگی، علمی ذوق اور ملت و مذہب سے عشق نے ان کے کلام کو رونق اور تاثیر بخشی۔ آج بھی ان کے کلام میں پڑھنے اور سننے والوں کے لیے وہی تاثیر موجود ہے جو ان کے عہد میں تھا۔

انہوں نے احساسات کی شاعری کی اور ایک سچے اور کھرے انسان کی جھلک ان کے ہاں نمایاں ہے۔ یہ شاعری کی خصوصیت ہوتی ہے کہ پڑھنے یا سننے والے پر وہی کیفیت طاری کرے جس وجہ نے شاعر کو لکھنے پر مجبور کیا ہو۔ مولانا جوہر حقیقی معنوں میں ایسے ہی شاعر تھے۔

آواز حق کی سربلندی کی وجہ سے ان کو اکثر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ پابند سلاسل تھے اور وہ قید خانہ آبادی سے کافی دور تھا۔ ایک دن قید فرنگ میں ان کو اذان سنائی

دی۔اس موقع پر انہوں نے اپنی دلی کیفیت اور جذبہ ایمانی کو شاعری کے رنگ میں رنگا۔انہوں نے جو شاعری کی بعد میں پتہ چلتا ہے کہ ان کی دل کی آواز کو جیسے اللہ نے سن لیا ہو اور جو ان کی کل بھی خواہش تھی کہ "سمرنا" کی فتح یابی ہو اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ واقعی میں "سمرنا" فتح ہو گیا تھا ۔یہ صرف "سمرنا" کی فتح یا اس سے متعلق پیشن گوئی نہیں تھی بلکہ ان کی زندگی میں اکثر و بیش تر ایسے واقعات پڑھنے اور سننے کو ملتے ہیں کہ جیسے ان کے دل کی خواہش کو اللہ تعالی زبان پر لانے سے قبل ہی اولیت کا شرف دے دیتے ہیں:

؎ عالم میں آج دھوم ہے فتح مبین کی
سن لی خدا نے قیدی گوشہ نشین کی

؎ شیطان جلد باز کا جادو نہ چل سکا
تفسیر آج ہو گئی "کیدی متین" کی [5]

ان کی شخصیت مرد مومن کے جملہ خصوصیات کا مرقع تھیں اور یہی قوت ایمانی اور حرارت ان کی شاعری کی انفرادیت بنی۔ان کے ہاں خطابت کا جادو، جذبے کی سرشاری، اللہ پر ایمان کامل اور مومن کی وہ شان تھی جو قوموں میں انقلاب کا باعث بنتے ہیں۔ جن کا جذبہ حرّیت غلامی کی زنجیریں توڑ دیتا ہے۔وہ ملتِ اسلامیہ کی صحیح ترجمان تھے۔

محمد علی جوہر کے ہاں دو بنیادی جذبے کارفرما ہیں ایک عشق مذہب اور دوسرا عشق وطن۔ان کے تمام افکار نظریات، محرکات اور اعمال و افعال انہیں دو جذبوں کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں۔ان کی تحریروں میں مذہب سے عشق ایک نمایاں اور اہم عنصر ہے۔انہیں اسلام، مسلمانوں، اسلامی مہینوں اور مقامات مقدسہ سے گہرا لگاؤ اور اُنسیت تھی۔یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں مذہبی مضامین بکثرت ملتے ہیں۔ان مذہبی موضوعات میں "واقعہ کربلا" بھی ہے۔ اردو ادب میں "واقعہ کربلا" کئی ایک شعراء کے ہاں یہ ایک اہم مضمون کے طور پر برتا گیا ہے۔انہیں محرم، شہادت حسین اور واقعہ کربلا کے موضوع سے گہری دلچسپی تھی۔خاص طور پر ان کی ایک پوری غزل جو دس اشعار پر مشتمل ہے میں اُنہوں نے "واقعہ کربلا" کے ردیف کے ساتھ لکھا ہے۔اس غزل کا ایک شعر تو ہر محرم الحرام کے موقع پر زد عام ہوتا ہے ۔

؎ قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد [6]

اس کے علاوہ بھی محمد علی جوہر کی کئی ایک ایسی غزلیں ہیں جس میں اس واقعہ کی جزئیات اور اسلام کی خاطر حضرت امام حسینؑ کی قربانی کو سامنے لایا گیا ہے۔ حضرت امام حسین کے حوالے سے ان کی کچھ اشعار خصوصی توجہ کے طالب ہیں:

؎ نوحہ غم سے گھٹاتے نہیں ہم شان حسینؑ
حق ہے شاہد کہ شہادت ہی تھی شایان حسینؑ

؎ حشر تک چھوڑ گئے ایک درخشندہ مثال
حق پرستوں کو نہ بھولے گا یہ احسان حسینؑ [7]

جذبہ حریت کے اس سپاہی نے بھی اس واقعہ سے ایمان کی حرارت اور روشنی لی۔ ان کی شاعری میں بھی واقعہ کربلا پر ایمان وایقان کی تازگی کے لیے طبع آزمائی موجود ہے۔ محمد علی جوہر نے اس واقعے سے اثر لے کر امتِ مسلمہ میں اسے بطور ترغیب اور جذبہ ایمانی کے پیش کیا ہے:

؎ کرنے کو یوں ہزار کریں سینہ کو بیاں
ہیں چند ہی کے واسطے دنیائے کربلا [8]

مولانا محمد علی جوہر نے کئی شعراء کی زمین میں شاعری کی۔ ان میں حالی، غالب اور شیفتہ شامل ہیں۔ ان کی شاعری میں زیادہ تر موضوعات پر اسلامی رنگ غالب ہے۔ حشر میں ان کو یہ اعزاز حاصل ہو گا کہ وہ اپنی عقیدت کو سرور کونین کے روبرو پیش کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔ سچے جذبات اور دلی کیفیات کو لڑی میں پرو کر ان کی حضورؐ سے محبت ثبت ہو گئی ہے۔

؎ ہو محمد کیوں نہ قرآں اور بھی ہم کو عزیز
اس میں خود تیری جو جیتی جاگتی تصویر ہے [9]

؎ ہے محمد کی شفاعت تو خدا کی رحمت
حشر کیا 'عید ہے امّت کے گنہگاروں کی! [10]

؎ معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
ایک فاسق فاجر میں اور ایسی کراماتیں

؎ بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں [11]

اسلامی تلمیحات بھی ان کی شاعری کا خاصہ ہیں۔انہوں نے یوسفؑ، زلیخا، خضرؑ، واقعہ کربلا، حوض کوثر، کلیمؑ، منصور عقبیٰ، عزیٰ، لات، دست مسیحاؑ اور حرم شامل ہیں۔اسی طرح قرآنی آیات بھی جگہ جگہ اپنے کلام میں مستعمل کرتے نظر آتے ہیں۔

؎ لیس للانسان الاما سعیٰ کو یاد رکھ
ہر توکل پھر تیری تدبیر ہی تقدیر ہے

؎ اک شہر آرزو یہ بھی ہونا پڑا ہے خجل
ھل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد [12]

؎ وہ خود ہی کہہ رہا ہے کہ مانگو مدد مگر
ایاك شرط یاد رہے نستعین کی [13]

"روز قیامت "اور "حشر" کے حوالے سے متعلقات بھی محمد علی جوہر کے ہاں نظر آتے ہیں۔وہ روز قیامت کے تذکرے جابجا کرتے نظر آتے ہیں۔

تمہیں مواخذہ حشر کا یقین نہ سہی
مگر قریب ہے یوم الحساب دیکھو تو [14]

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ زمانے سے خفا میرے لئے ہے [15]

ان کے کلام میں اسلامی مہینوں خاص طور پر حرمت کے مہینے ماہ شعبان، محرم الحرام اور "ماہِ رمضان " جگہ جگہ ان کی شاعری کا موضوع رہا ہے۔ چاہے وہ استقبال رمضان کی صورت ہو، فیضان رمضان ہو یا پھر الوداعِ رمضان انھوں نے اس بابرکت مہینے کی مناسبت سے اپنے جذبات کو دلی وابستگی کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔

؎ مردہ فتح کے پیغام جناں لایا ہے
کچھ تو میرے لیے ماہ رمضان لایا ہے [16]

؎ الوداع ماہ رمضان الوداع
بہترین غم گسار اں الوداع

؎ تجھ میں اترا آخری پیغام حق
تو ہی تھا شایان قرآن الوداع [17]

اللہ پر ایمان اور اعتقاد محمد علی جوہر کی تربیت میں شامل تھا۔اس حوالے سے ان کی والدہ کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جو تاریخ میں "بی اماں" کے نام سے زندہ ہیں۔انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت میں بیوگی کے باوجود کوئی کسر نہیں رہنے دی۔خاص کر شوکت علی اور محمد علی جوہر نے ان کی تربیت کو عملی ثبوت فراہم کیا ۔رب سے مانگنا اور پُر امید رہنا محمد علی جوہر کی اصل طاقت ہے اور یہی جذبہ ان کی شاعری میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔جو پڑھنے والے کے لیے ایمان افروز ہے۔

؎ تنہائی کیسی قید میں ہے وہ جو ہم سخن
کر تو تلاوت اس کے کلام مجید کی [18]

؎ کوئی نامہرباں ہو کر ہمارا کیا بگاڑے گا
کرم تیرا تو ہے ہم پر تجھے تو مہربان پایا [19]

؎ ڈر نہیں مجھ کو گناہوں کی گراں باری کا
تیری رحمت ہے سبب میری سبک ساری کا [20]

اُن کی ایک نظم کا عنوان "شانِ کلکتہ" ہے۔جس میں انہوں نے مسلمانوں پر تشدد اور ظلم و بربریت کا ذکر کیا ہے۔اس نظم میں انہوں نے مسجد کانپور کے حوالے سے بھی کچھ اشعار لکھے ہیں جو اسلامی حوالے سے اہم ہیں:

؎ اللہ نے بڑھائی ہے کیا شانِ کلکتہ
روحِ رسول آج ہے مہمانِ کلکتہ

؎ یثرب کی خاکِ پاک کے ہر ذرّہ کے لیے
سو جان سے فدا ہیں غلامانِ کلکتہ

؎ مسرور خلد میں ہیں شہیدانِ کان پور
ہوں گے شریکِ بزمِ شہیدانِ کلکتہ [21]

بحیثیت مجموعی اُن کی شاعری ملی و قومی جذبوں کی ترجمان ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اسلامی عناصر اُن کی شاعری کی اساس ہیں۔وہ زندگی کو عشقِ خدا اور عشقِ رسولؐ سے عبارت گردانتے ہیں۔اُمتِ مسلمہ کے لیے محبت اور ہمدردی ان کا طرہ امتیاز ہے۔جذبہ ایثار اور خلوص ان کے اشعار میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ان کی سیرت اور کردار شاعری میں اپنا عکس دکھا رہا ہے۔ان کو صرف برصغیر کی ہی نہیں امتِ مسلمہ کی فکر تھی ۔دنیا کے جس بھی کونے میں مسلمانوں پر امتحان آیا،ان کے ساتھ غاصبانہ برتاؤ رکھے جانے کی کوشش کی گئی، وہ

تڑپ اٹھتے اور ان کے لیے عملی طور پر میدان میں آجاتے۔ ہر پلیٹ فارم سے ان کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ۔خاص طور پر ہندوستان کی محکومی اور اس پر انگریزوں کا تسلط انہیں کسی صورت روانہ تھا۔انہوں نے اپنی شاعری کو ذریعہ بنا کر پیغامِ حق کے لیے نعرہ لگایا یہی محرک ان کی شاعری کی بنیاد بنا۔ اگرچہ محمد علی جوہر کا کلام مختصر ہے،انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ صحافت اور سیاست کی نذر کیا۔اگر وہ صرف شاعری پر توجہ مرکوز کرتے تو یقینا بہت بڑے شاعر ہوتے۔ان کی شاعری میں جو مباحث، نظریات اور اسلوب ملتا ہے وہ غیر معمولی نوعیت کا حامل ہے۔انہوں نے مقدار میں کم لیکن معیار میں اعلی شعری سرمایا چھوڑا ہے۔

References

1. Johar Muḥammad ‘Alī,Kalām Johar,Kutub Khāna Nazīrīya Urdr Bazar Dehlī,Pg:4
2. Dr.Akmal Ayubi,mashmūla Johar Nama, Muḥammad ‘Alī Library 6AStreet Colkatta No73,1987,Pg:125
3. Ib3id,Pg:11
4. Ibid,Pg:107
5. Johar Muḥammad ‘Alī,Kalām Johar,Kutub Khāna Nazīrīya Urdr Bazar Dehlī,Pg:121
6. Muḥammad ‘Alī Johar,Dīvān Johar,Shaik Gulam ‘Alī And Sons,Edition Ist,1962,Pg:44
7. Muḥammad ‘Alī Johar,Sukhsn Johar Atarprdesh Urdu Acadmy Lucknow,1983,Pg:9
8. Muḥammad ‘Alī Johar,Dīvān Johar,Shaik Gulam ‘Alī And Sons,Edition Ist,1962,Pg:65
9. Ibid,Pg:85
10. Ibid,Pg:117
11. Johar nama,Pg:116
12. Dīvān Johar,Pg:44
13. Kalam Johar,Pg:100
14. Ibid,Pg:110
15. Dīvān Johar,Pg:51
16. Ibid,Pg:99
17. Ibid,Pg:151
18. Ibid,Pg:101
19. Ibid,Pg:105
20. Ibid,Pg:109
21. Ibid,Pg:154